مصارفِ زکوٰۃ کے سلسلے میں چند ضروری باتیں

اس مختصر مضمون میں ایک نہایت ہی اہم مسئلے پر بحث کی گئی ہے۔
ہم نے مناسب سمجھا کہ اسے شائع کر دیا جائے، کیونکہ یہ سوال آئے
دن سامنے آتا رہتا ہے۔ انشاء اللہ اشاعتِ آئندہ میں مولانا سید
ابوالاعلیٰ مودودی اس موضوع پر اپنی تحقیق پیش فرمائیں گے۔ (ن۔ص)

زکوٰۃ کے مصارف میں ایک مصرف "فی سبیل اللہ" ہے جس کے بارے میں عام مفسرین اور فقہا یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد اعانت مجاہدین اور وہ سامان جہاد ہے جو ان کی ملک میں دیدیا جائے بعضوں کے نزدیک سفر حج بھی اس کے تحت داخل ہے جیسا کہ ام معقل والی حدیث میں آگیا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا فی سبیل اللہ کے مصرف کو اس سے زیادہ وسعت دی جا سکتی ہے۔ یعنی تبلیغ واشاعتِ اسلام اور اقامتِ دین کے دوسرے کاموں میں بغیر تملیک کے بھی زکوٰۃ کا مال فی سبیل اللہ کے تحت صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ میرے علم میں قدماء میں سے کسی کی رائے توسیع کی موافقت میں نہیں ہے البتہ کتاب الاموال میں انس بن مالک کا ایک اثر مل گیا ہے جس سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے وہ اثر یہ ہے۔ عن انس بن مالک والحسن قال اعطیت فی الجسور والطرق فھی صدقۃ ماضیۃ۔

اسمٰعیل بن ابراہیم جو ابن علیہ کے نام سے معروف ہیں اس اثر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں انھا تجزی من الزکوٰۃ (کتاب الاموال ص ۵۷۴)

امام ابو یوسفؒ کے متعلق عام فقہاء یہ نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہی لیا ہے لیکن کتاب الخراج دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تحدید کے قائل نہیں تھے مصارف کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

فاما[1] المولفۃ قلوبھم قد ذھبوا۔ والعاملون[2] علیھا یعطیھم الامام مایکفیھم وان قل من الثمن

او اکثر۔ یعطی الوالی منها ما یسعه ویسع عماله من غیر سرف ولا تقتیر وقسمت بقیة الصدقات بینهم فللفقراء والمساکین سهم۔ وللغارمین وهم الذین لا یقدرون علی قضاء دیونهم سهم۔ وفی ابناء السبیل المنقطع لهم سهم یحملون به ویعادون وفی الرقاب سهم وسهم فی اصلاح طرق المسلمین الخ۔

خط کشیدہ الفاظ خاص طور سے قابلِ غور ہیں اور آٹھویں مصرف سے مراد فی سبیل اللہ ہی ہوسکتا ہے اس لئے کہ اس سے پہلے یا بعد اس مصرف کی تشریح نہیں کی ہے۔ اور نہ تشریح میں قرآن کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے۔

بخاری باب القسامۃ اور ابوداؤد "باب القتل بالقسامۃ" میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن سہل کے قتل کے سلسلے میں زکوٰۃ کے سو اونٹ دیت کے طور پر دیئے (فوداہ مائۃ من ابل الصدقۃ) بعض روایتوں میں "من عندہ" کا لفظ ہے بہرحال ترجیح جس لفظ کو بھی ہو لیکن "من ابل الصدقۃ" کے لفظ کو محدثین نے رد نہیں کیا ہے بلکہ اس کو تسلیم کرکے دونوں روایتوں میں تطبیق دی ہے پوری تفصیل فتح الباری میں موجود ہے (ج ۱۲ ص ۲۰۶)

اسی روایت کے تحت قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے بعض علماء کے متعلق یہ نقل کیا ہے کہ وہ زکوٰۃ کے مال کو مصالح عامہ کے کاموں میں صرف کرنا جائز سمجھتے ہیں اور وہ خود بھی اسی کے قائل تھے (فتح الباری)

البدائع والصنائع میں ہے کہ اما قوله فی سبیل اللہ عبارۃ عن جمیع القرب فیدخل فیه کل من سعی فی طاعۃ اللہ وسبل الخیرات (ج ۲)

حال کے مفسرین میں نواب صدیق حسن خان صاحب نے "قیل" کے لفظ سے مصالح عامہ کے جواز کا قول نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ علامہ رشید رضا مصریؒ اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ نے اپنی تفسیروں میں وسعت دی ہے حضرت الاستاذ جناب سید صاحب نے بھی سیرت کی پانچویں جلد میں وسعت ہی کا پہلو اختیار کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات قابلِ غور یہ ہے کہ عام فقہاء کرام للفقراء اور اس کے معطوفات علیہ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس پر "لام" تملیک کا ہے اور قرآن میں فی سبیل اللہ کا لفظ جہاں بھی آیا ہے اس سے مراد جہاد ہی ہے اس کے متعلق حضرت سید صاحب نے سیرت میں جو کچھ لکھا ہے ہم اسے نقل کرتے ہیں۔

اکثر فقہاء نے فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد ہی لیا ہے مگر یہ تحدید صحیح نہیں معلوم ہوتی ابھی آیت گزر چکی ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ یہاں فی سبیل اللہ سے

بالاتفاق صرف جہاد نہیں بلکہ ہر نیکی اور دین کا کام مراد ہے، اکثر فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ زکوٰۃ میں تملیک یعنی کسی شخص کی ذاتی ملکیت بنانا ضروری ہے مگر اُن کا استدلال جو "للفقراء" کے لامِ تملیک پر مبنی ہے بہت کچھ مشتبہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ "لام" انتفاع ہو جیسے خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (سیرت ج ۵ ص ۲۳۷)

ابن عربی مالکی نے اپنی کتاب الاحکام میں لکھا ہے کہ واختلف العلماء فی معنی الذی افادت هذه اللام لام الاجل کقولك هذه السرج للدابة والباب للدار وبه قال مالك وابو حنيفه ومنهم من قال ان هذه لام التمليك کقولك هذا المال لزيد وبه قال الشافعی (ج ا ص ۱۹۷)

اس وقت اقامتِ دین کے کاموں اور مدارس کے قیام و بقا کی اہمیت ملحوظِ خاطر رہے نیز یہ کہ اس وقت ان مدات کے خرچ کرنے میں عربی مدارس میں جو فقہی حیلے کئے جاتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے کہ جب تملیک کا مسئلہ نص کی حیثیت نہیں رکھتا تو فقہی حیلوں کے بجائے اس کو اصولی طور پر کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے اور بہر حال حیلے کی حیثیت اباحت مرضیہ نہیں ہے بلکہ دین کی روح کے لحاظ سے تو غیر مرضیہ ہی معلوم ہوتی ہے۔